أدع إلى سبيل ربك بالحكمة

مجلّہ اربابِ قلم

شمارہ 02

اپریل 2024



ناشر: حلقہ ارباب قلم arbabeqalam50@gmail.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کرتا رہوں گا جبر و تشدد پہ احتجاج
جب تک زباں میں طاقت عرض کلام ہے

لگتا رہے گا زخم جبین جمود پر
جب تک میرے قلم کی انی بے نیام ہے

فضا ابن فیضی

شمارہ 02

اپریل
2024ع

ارباب قلم

نگراں: اسد اللہ ابو طالب امواوی

مدیر:
ہدایت اللہ فارس
نائب مدیر:
امیر الہدیٰ ساجد

مجلس ادارت
منصور حنیف | منظّم بھارتی
محمّد جمیل اختر | معین الحسن
شمیم اختر معین الحق

کمپوزر:
منصور حنیف
ڈیزائنر:
منظّم بھارتی

ارباب قلم کے نام سے نشر ہونے والا یہ ایک برقی مجلہ ہے جس کا مقصد سیال قلم کار، منصف نامہ نگار، مصنف و مؤلف، محرر اور محقق پیدا کرنا ہے، تاکہ ہم تحریری شکل میں بھی دین کی خدمات انجام دے سکیں۔

ناشر: حلقہ ارباب قلم
+919264424103
arbabeqalam50gmail.com
حلقہ ارباب قلم (پیج)

فہرستِ مضامین

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

حسد اور اس کے نقصانات

اداریہ

قارئین کرام! معاشرہ میں پائی جانے والی برائیوں میں سے ایک اہم اور مہلک بیماری حسد ہے، حسد کی تعریف اہل علم نے کئی طرح سے کی ہے، انہیں میں سے ایک مشہور تعریف جو اہل علم نے کی ہے وہ یہ کہ **"هو تمني زوال النعمة عن صاحبها، سواء كانت نعمة دين أو دنيا"** یعنی کسی صاحب نعمت سے زوال نعمت کی آرزو کرنا حسد کہلاتا ہے، خواہ وہ نعمت دینی ہو یا دنیوی، اسی طرح سے ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ **"هو تمني زوال النعمة عن المحسود وإن لم يصر للحاسد مثلها"** حسد کی تعریف واضح الفاظ میں اس طرح بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ کوئی انسان کسی کے مال ودولت یا کسی قسم کے وسائل کو دیکھ کر دل میں یہ خواہش کرے کہ اس شخص سے یہ نعمتیں چھن کر مجھے مل جائیں یا اگر مجھے نہ ملے تو اس کے پاس بھی نہ رہیں بلکہ وہ تباہ ہوجائے" یہ حسد کہلاتا ہے" یہ دل کی ایک خطرناک بیماری ہے اور یہ بہت ہی قدیم بیماری ہے جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ روئے زمین میں انسان نے جو سب سے پہلا جرم اور گناہ عظیم کا ارتکاب اپنے بھائی کو قتل کر کے کیا اس کی وجہ یہی حسد تھا، اسی حسد کی بنا پر یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کو بچپن ہی میں اپنے والدین اور اپنے وطن سے دور کردیا تھا اور پھر ان کے بھائیوں کو دنیا والوں کے سامنے ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا، اسی حسد کی بنیاد پر دنیا میں ایسے بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے جن کا انجام تباہی وبربادی کے سوا کچھ نہ ہوا۔

محترم قارئین! یہ حسد ایک عام مرض ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" **الحسد مرض من أمراض النفس، وهو مرض غالب فلا يخلص منه إلا قليل من الناس ولذلك قيل: ماخلا جسد من حسد، ولكن اللئيم يبديه، والكريم يخفيه فمن وجد في نفسه حسدا فيجب أن يستخدم معه التقوى والصبر (أمراض القلب وشفاؤها« لابن تيمية/۲۱) مجموع الفتاوى [124/10]** یعنی حسد دل کی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے اور یہ ایک عام مرض ہے بہت ہی کم لوگ اس سے محفوظ رہتے ہیں، اسلیے کہا جاتا ہے کہ کوئی جسم "حسد" سے خالی نہیں ہوتا لیکن کمینہ صفت آدمی اس کو ظاہر کردیتا ہے اور باعزت آدمی اس کو چھپاتے ہوئے ختم کردیتا ہے۔

قارئین کرام! وقتی طور پر ایک حاسد کو جہاں کسی سے حسد کرنے پر لذت محسوس ہوتی ہے تو وہیں اس کے نقصانات بھی بہت زیادہ ہیں، یہ ایک ایسی بیماری ہے کہ جب کسی کے اندر یہ بیماری پیدا ہوجاتی ہے تو اس شخص کی زندگی کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دیتی ہے اور اس کی زندگی سے سکون واطمینان کو چھین لیتی ہے، اور یہ حسد بہت ساری خرابیوں، تباہیوں اور تباہ کاریوں کا پیش خیمہ اور سبب بن جاتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کہ حسد کو اپنے دل میں جگہ نہ بنانے دینا فرماتے ہیں: **"لاتباغضوا، والاتحاسدوا، ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخوانا...."** کہ لوگو! ایک دوسرے سے بغض نہ رکھنا، ایک دوسرے سے حسد نہ کرنا، ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھانا، اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہنا **(رواه مسلم 2559)**

یہ حسد صرف ایک بیماری ہی نہیں بلکہ **"أم الأمراضؒ"** ہے یعنی یہ کئی دلی بیماریوں کو پیدا کرتا ہے، جب آدمی حسد میں مبتلا ہوتا ہے تو بغض کا شکار ہوجاتا ہے اس کے سینے میں کینہ پیدا ہوجاتا ہے، جس سے وہ حسد کرتا ہے اس کی چغلی کرنے لگتا ہے، اس پر تہمت تراشی کرنے لگتا ہے، اس طرح سے یہ ایک بیماری کئی بیماریوں کا سبب بن جاتی ہے، یہ ایک جذبہ کئی برے جذبات کی وجہ بن جاتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: **"ولا يجتمعان في قلب عبد: الإيمان والحسد"(رواه النسائي وصححه الألباني رحمه الله في صحيح الجامع 7620)** کسی بندہ کے دل میں ایمان اور حسد ایک ساتھ اکٹھے نہیں ہوسکتے ہیں، یا تو ایمان ہوگا یا حسد، اب ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنے دلوں میں حسد پالتے ہیں یا اپنے دلوں کو ایمان سے معمور رکھتے ہیں۔

اسی طرح سے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: **سيصيب أمتي داء الأمم"** عنقریب میری امت کے اندر پرانی امتوں کی بیماری گھر کر جائیں گی، تو صحابہ کرام نے عرض کیا **"یا رسول الله! وما داء الأمم؟** اللہ کے رسول پرانی امتوں کی بیماری کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: **الأشر، والبطر، والتكاثر، والتناجش في الدنيا، والتباغض، والتحاسد حتي يكون البغي(رواه الحاكم في مستدركه وقال: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه وصححه الذهبي رحمه الله وحسنه الألباني في صحيح الجامع 3658)** فرمایا پرانی امتوں کی بیماری غرور وتکبر، کثرتِ مال وجاہ کی حرص وہوس، اس کے حصولیابی کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ آرائی، ایک دوسرے سے بغض رکھنا، ایک دوسرے سے حسد کرنا، اور یہ بیماریاں جب میری امت میں سرایت کر جائیں گی تو میری امت کے اندر بغاوتیں پیدا ہوجائیں گی، اور آج ہم بخوبی دیکھتے ہیں کہ اسی حسد کی

وجہ سے کتنے بھائیوں نے اپنے ہی بھائی کو قتل کردیا، کتنے بھائیوں نے اپنے بھائی کی عزت وآبرو کو تار تار کردیا، اور کتنوں نے اپنے بھائی کے مال غصب کر لیے۔

قارئین کرام! ایک حاسد جب کسی کو دیکھتا ہے کہ اللہ نے اسے مال ودولت اور عزت ووجاہت دی ہے تو اس کے دل میں حسد کی چنگاریاں سلگنے لگتی ہیں اور وہ آدمی یہ تمنا کرنے لگتا ہے کہ اس کی عزت اور اس کا یہ مقام ختم ہوجائے، اور اس کے لیے اسے جو بھی راستہ اپنانا پڑے اس سے وہ گریز نہیں کرتا ہے۔

یہی حسد تھا کہ یہودیوں نے اور کفار ومشرکین نے اللہ کے رسول ﷺ کو نبی ورسول ہونے کی حیثیت سے پہچانتے ہوئے بھی ان پر ایمان لانے سے انکار کردیا، صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ وہ تو یہ بھی چاہتے تھے کہ اہل ایمان بھی دوبارہ کفر کے اندر مبتلا ہوجائیں، ہدایت کی راہ کو چھوڑ کر ضلالت وگمراہی کی راہ کو اپنالیں، حق کو چھوڑ کر باطل کو اپنا شعار بنالیں، وہ ایسا کیوں چاہتے تھے؟ فائدہ کیا تھا؟ کچھ نہیں! بلکہ حق کے ظاہر اور واضح ہوجانے کے باوجود ایسا طرز عمل صرف اس لیے اختیار کرتے تھے کہ ان کے دلوں میں حسد کی چنگاریاں سلگ رہی تھیں، ان کے دلوں میں حسد کا شعلہ بھڑک رہا تھا، اور اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ نتیجہ یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ وبرباد کردیا اور وہ ہدایت کی راہ کو اپنانے سے محروم رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**ود كثير من أهل الكتاب لو يردونكم من بعد إيمانكم كفارا حسدا من عند أنفسهم من بعد ما تبين لهم الحق فاعفوا واصفحوا حتي يأتي الله بأمره إن الله علي كل شيء قدير**" (البقرة/١٠٩) اس قسم کی بہت ساری آیات اور احادیث قرآن اور کتب حدیث میں موجود ہیں جس میں حسد کرنے والوں کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے اور اس کے خطرناک نتائج کو بھی بیان کیے گئے ہیں۔

الغرض حسد ایک مہلک اور بہت ہی خطرناک بیماری ہے اور حاسد کے حق میں حسد کا انجام ہمیشہ برا ہی ہوتا ہے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم رسول ﷺ کے اس فرمان "**لا يزال الناس بخير مالم يتحاسدوا**" (السلسلة الصحيحة 3386)" کہ لوگ برابر بھلائی میں رہیں گے جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے حسد نہ کرنے لگے" کے تحت زندگی گزاریں اور ایک دوسرے سے حسد نہ کریں اور نہ ہی ہم حسد کو اپنے دل میں جگہ بنانے دیں۔

اللہ سے دعاء ہے کہ ہمیں حسد جیسی خطرناک بیماری سے محفوظ رکھے! **(آمین یارب العالمین)**

عزم ہے چلتے رہیں گے پا بجولاں ہی سہی

اسداللہ ابوطالب امواوی
متعلم جامعہ نجران سعودیہ عربیہ

ارباب قلم کا دوسرا شمارہ آپ باذوق صاحب قرطاس وقلم کے حوالے کرتے ہوئے دل شاداں وفرحاں ہے، دیدہ زیب سرورق اور مفید معلومات پر مشتمل مضامین دیکھ کر یقیناً آپ قارئین بھی خوش ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، یہ الگ بات ہے کہ اس مجلہ کے قلمکار مبتدی ہیں، کہنہ مشق نہیں، دراصل اس مجلّے کا اصل مقصد ہی سیال قلم کار، منصف نامہ نگار، مصنف ومؤلف، محرر اور محقق پیدا کرنا ہے، سو اس ڈگر پر ہم پورے عزم واستقلال کے ساتھ رواں دواں ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ اس راستے میں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا، آزمائشوں سے لڑنا ہوگا، حوصلہ شکن تبصرے ہوں گے، نوآموز قلم کاروں کے قلم کی روشنایاں خشک کرنے اور نوک خامہ ناکارہ کرنے کی بے جا سعی ہوگی، لیکن ہمارے پاؤں متزلزل ہونے والے نہیں ہیں، ہم تو ان چیزوں کو اپنے ابھرنے، نکھرنے اور سنورنے کے آلات سمجھتے ہیں، بھلا کوئی پتھر بغیر آلات کے ضرب سہے قیمتی مجسمہ بن سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! تو پھر بغیر کسی دشواری کے ہم کیسے کامیابیوں کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں!؟ اس لیے ہم اس راہ پر چلنے کے لیے پرعزم ہیں چاہے پا بجولاں ہی سہی؛

عزم ہے چلتے رہیں گے پا بجولاں ہی سہی
راہ کے پتھر کو ٹھوکر مار کر بڑھ جائیں گے

(اسد امواوی)

سابق استاد جامعہ سلفیہ بنارس شیخ ابوالقاسم فاروقی صاحب حفظہ اللہ میدان صحافت کو ایک مشکل فن بتلاتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> صحافت اور مضمون نگاری کی راہیں آسان نہیں ہیں، یہ پھول کی سیج نہیں ہے، یہاں خارزاروں کی کثرت ہے، اس راہ میں کامیابی کی امیدیں کم ہیں اور ناکامیوں کے مواقع زیادہ ہیں، یہ بہت جان جوکھم کا کام ہے، رہروان منزل کے لیے تیز گامی بھی خطرناک ہے اور گریز پائی کا انجام بھی بہتر نہیں، جذبوں کا خلوص، یقین کامل، فطری ذوق، دیدہء بینا، جہد مسلسل، زبان و

ادب پر مستحکم گرفت، جگر کاوی، تخلیقی بصیرت، مشاہدے کی تیزی، مطالعہ کا جنون اور عزائم کی بلندی ہوتو کامیابی وکامرانی یقیناً آپ کے قدم چومے گی۔ (مجلہ المنار، 2017)

مذکورہ بالا سطور سے واضح ہوا کہ ہم نے جس ڈگر پر چلنے کا عزم مصمم کیا ہے وہ نہایت ہی محنت طلب ہے، ہمیں اللہ کی ذات پر یقین ہے کہ اگر ہم یونہی مسلسل خامہ فرسائی کرتے رہیں تو ان شاءاللہ ضرور کامیابی ملے گی، بس شرط یہ ہے کہ اس پر مداومت ہو اور جس کام پر ہمیشگی برتی جائے وہ اللہ کی نظر میں بھی محبوب و پسندیدہ ہو، بخاری و مسلم میں مروی ہے: عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَدِّدُوا، وَقَارِبُوا وَاعْلَمُوا أَنْ لَنْ يُدْخِلَ أَحَدَكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ، وَأَنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درمیانی چال اختیار کرو اور بلند پروازی نہ کرو اور عمل کرتے رہو، تم میں سے کسی کا عمل اسے جنت میں نہیں داخل کر سکے گا، میرے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے، خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔

اس لیے ہم **ارباب قلم** کے نوآموز قلمکاروں کو یہی کہیں گے کہ سفر بہت لمبا ہے، آہستہ آہستہ طے کرتے رہیں، ابھی تو ابتدا ہے، خود کو درماندہ اور آبلہ پا نہ سمجھیں، بلکہ اپنی جوانی کو قرطاس وقلم کے حوالے کر دیں، ان شاء اللہ ایک دن آپ کا قلم آپ سے کہیں زیادہ جوان نظر آئے گا۔

ابھی سے پاؤں کے چھالے نہ دیکھو
ابھی یارو! سفر کی ابتدا ہے

(اعجاز رحمانی)

قارئین! اخیر میں ایک بات بتاتا چلوں کہ یہ **ارباب قلم** کا پلیٹ فارم بالکل عام ہے، نا کسی خاص زمان ومکان کے لیے ہے اور نا ہی خاص قلم کاروں کے لیے، ہر سیکھنے والے طلبہ کا ہم استقبال کرتے ہیں چاہے دنیا کے کسی گوشے سے ہو۔

(رہے نام اللہ کا)

دین میں ثبات قدمی کے وسائل

امیر الہدی ساجد
متعلم جامعہ نجران سعودیہ عربیہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس دور میں ہم اور آپ جی رہے ہیں وہ فتنوں کا دور ہے، اور یہ فتنے پہلے ادوار کی بنسبت بہت خطرناک ہیں، ابھی ایک فتنہ ختم ہوتا نہیں کہ دوسرا سر اٹھا لیتا ہے، ہر چہار سُو فتنہ ہی فتنہ ہے، یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ آج دنیا بالکل "دار الفتن" بن چکی ہے، ایسے نازک حالات میں بندہ مؤمن کے لیے دین میں ثابت قدم رہنا گویا دہکتے کوئلے کو ہاتھ سے پکڑنے کے مترادف ہے، کیونکہ استقامت علی الدین، عقیدہ واعمال میں ثابت قدمی، اسی طرح ثابت قدمی اقوال وافعال میں، ظاہر وباطن میں، عمل وسیرت میں، فکر ونظر میں، اللہ کی معرفت اور اس کی خشیت میں، اللہ کی عظمت وہیبت کے ادراک میں، اس کی کبریائی وجلال کے اعتراف میں، اس سے امید بیم میں اور اللہ وحدہ لاشریک پر توکل اور دوسروں سے بے زاری ایک مؤمن کے لیے نہایت ہی مشکل امر ہو جاتا ہے۔

لہذا! ایسے پرسوز حالات میں ایک مؤمن اپنے ایمان کی حفاظت کیسے کرے گا اور ان کے کیا وسائل ہیں؟ یہ تحریر انھیں وسائل کو متضمن ہے، لہذا دین پر ثابت قدمی کے چند وسائل آپ قارئین کی نظر کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

1۔ **اللہ رب العالمین سے بکثرت دعا طلب کرنا:** دعا استقامت کے اسباب میں سے ایک عظیم اور مؤثر سبب ہے اور یہ مؤمنین کی صفت وشان بھی ہے کہ وہ ثبات قدمی کی خاطر اپنے رب سے ہی دعا طلب کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا "اے ہمارے رب! جب تو نے ہمیں ہدایت دی ہے تو اب ہمارے دلوں کو نہ پھیرنا!" (آل عمران:8)

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا "اے ہمارے رب! ہمیں بہت زیادہ صبر کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمارے قدموں کو (حق پر) مضبوط کردے۔" (البقرة: 250) اللہ کے رسول ﷺ کثرت سے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلَىٰ دِيْنِكَ "اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر پکا کردے" (صححه الألباني في صحيح الترمذي. ٢١٤)

2۔قرآن کریم کولازم پکڑنا: قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت اس کے معانی ومفاہیم میں غور وفکر کرنا، دین پر ثابت قدمی کا بہترین ذریعہ ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ قرآن بلاشبہ واضح نور ہے، جس نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا گویا اللہ تعالیٰ نے اسے نجات اور ہر شر سے محفوظ فرمادی، اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اس بات کی صراحت کردی ہے کہ قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ ثبات قدمی میں مدد ملے، چنانچہ کافروں کے شبہات کی تردید میں اللہ رب العالمین فرماتا ہے: "**وقال الذين كفروا لولا نزل عليه القرآن جملة واحدة كذلك لنثبت به فؤادك ورتلناه ترتيلا وَ لَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا**" اور کافروں نے کہا اس پر قرآن سارا کا سارا ایک ساتھ ہی کیوں نہ اتارا گیا (اسی طرح ہم نے تھوڑا تھوڑا کرکے) اتارا تاکہ اس سے آپ کا دل قوی رکھیں ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھ سنایا ہے، یہ آپ کے پاس جو کوئی مثال لائیں گے ہم اس کا سچا جواب اور عمدہ توجیہ آپ کو بتادیں گے۔(الفرقان 32-33)

3۔صحبت صالح جو آپ کو بھلائی کے کاموں میں مدد کریں: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "**وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا**" اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ ہی مطمئن رکھیے جو صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں، آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں کہ دنیوی زندگی کی زینت چاہنے لگیں، نہ ہی آپ ایسے شخص کی باتیں مانیں جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے! وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔(سورۃ الکھف 28)

اور برے صحبت اختیار کرنے والوں کے لیے وعید بھی سنایا ہے، ارشاد ربانی ہے: "**وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا لَّقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا**"(الفرقان 27-29) اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا: ہائے! کاش کہ میں نے رسول اللہ کی راہ اختیار کی ہوتی، ہائے افسوس! کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کردیا کہ نصیحت میرے پاس آپہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے!۔

4۔ انبیاء واولیاء اور صالحین کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرنا: قرآن وحدیث میں بے شمار انبیاء اور ان کے پیروکار اولیاء اور صالحین کی حالات زندگی کو بتفصیل بیان کیا گیا ہے، مثلاً حضرت ابراھیم علیہ السلام کا واقعہ، اصحابِ کہف، اصحاب الاخدود کا واقعہ وغیرہ، تاکہ لوگ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں، یہ واقعات دین پر ثبات قدمی کے لیے معاون ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ" اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سوانہوں نے اس پر صبر ہی کیا، ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی اور اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کی بعض خبریں پہنچ چکی ہیں۔(الانعام: آیت نمبر 34)

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: "وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ" اور ہم رسولوں کے حالات کی ایک ایک خبر آپ سے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ آپ کے دل کو مضبوط کردیں۔(الھود:120)

5۔ کثرت سے ذکر الہیٰ: ذکر الہیٰ استقامت وثابت قدمی کے اسباب میں سے عظیم سبب اور اہم وسائل میں سے ایک ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر ذرا غور کریں کہ کس طرح اس نے دو باتوں کو ملا کر بیان کیا ہے: "يا أَيُّهَا الَّذِين آمَنُوا إِذَا لَقِيتُم فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُم تُفْلِحُونَ" اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔(الأنفال:45) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے دشمنان اسلام سے مڈبھیڑ کے وقت ثابت قدمی کے لیے کثرت سے ذکر کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

6۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے پابندی اور نیک کاموں کا اہتمام: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ" ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، ہاں ناانصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کر گزرے۔(ابراھیم:27)

7۔ مواعظ حسنہ کو سن کر اس پر عمل پیرا ہوجانا: دین پر استقامت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے

کہ مواعظ حسنہ کو سن کر اس پر عمل کرنا شروع کر دیا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا" اور اگر یہ وہی کریں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً یہی ان کے لئے بہتر اور زیادہ مضبوطی والا کام ہے۔(النساء:66)

8۔ **کثرت سے فرض نمازوں اور نوافل کا اہتمام:** دور فتن میں بندہ مؤمن کو چاہیے کہ وہ فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ نوافل جیسے قیام اللیل، وتر، سنن وضوء، صلاۃ الضحی، ایام بیض کے روزے، صدقہ، صیام، حج وعمرہ وغیرہ کا خاص اہتمام کریں قیامت کے دن یہ سب ان کے حق میں مفید ثابت ہوں گی، اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی کے اندر ارشاد فرمایا: "وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ" اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو پھر (اس کے نتیجے میں) میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں۔(راوہ البخاري 6502)

9۔ **اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا اور اسی پر توکل کرنا:** جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ سے فرمایا: "احْفَظِ اللهَ يحفظْك، احفظ الله تَجِدْه تُجاهَك" تو اللہ تعالیٰ (کے احکامات) کی حفاظت کر، اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ تعالیٰ (کے احکامات) کی حفاظت کر، ہمیشہ اسے اپنے سامنے پائے گا۔(سنن ترمذي 3956 صححه الألباني، صحيح الترمذي ٢٥١٦)

اور اسی طرح ہر مسلم بندہ کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیک اعمال انجام دیں جیسے: والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی، توبۃ النصوح، امر بالمعروف والنہی عن المنکر، محاسبہ نفس، موت وآخرت کو یاد کرنا، وغیرہ، یہ سارے وسائل ہیں جو دین پر استقامت اور ثابت قدمی کے لیے معاون ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ رب کریم ہمارا حامی وہ ناصر ہو اور ہمیں اس پر فتن دور میں نیک اعمال کی توفیق دے اور دین اسلام پر ثابت قدم رکھے۔(آمین ثم آمین)

غصہ پی جانا ہی اصل بہادری ہے

منصور حنیف
متعلم جامعہ نجران سعودیہ عربیہ

غصہ ایک ایسی چیز ہے جو ہر فرد بشر کی فطرت میں شامل ہے، پھر چاہے وہ حد درجہ متقی و پرہیزگار ہوں یا عابد وزاہد، یا نبی اور ولی ہی کیوں نہ ہوں، یہ الگ بات ہے کہ کوئی اپنے غصے پر قابو پالیتا ہے، اسے کنٹرول کرلیتا ہے اور کوئی ایسی حالت میں آپے سے باہر ہوجاتا ہے، پھر غصے کے جو برے نتائج سامنے آتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہوتے۔

قارئین کرام! جب یہ بات واضح ہوگئی کہ غصہ انسانی فطرت میں داخل ہے تو اب آیئے جانتے ہیں کہ غصے کے وقت کیا کرنا چاہیے، اور حالت غضب میں ردعمل کیا ہونا چاہیے؟ کیا وہی کرنا چاہیے جس کا تقاضہ غیظ وغضب کرتا ہے!؟ نہیں، ہرگز نہیں! بلکہ ہمیں اس پر قابو پانے کی ہر جائز ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

ذرا یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ میں نے غصے کے روک تھام کے لیے جائز طریقہ کار کی شرط کیوں لگائی؟ کیونکہ موجودہ دور میں کچھ ایسے ناجائز طریقے بھی رائج ہیں جنھیں لوگ غصے کی حالت میں استعمال کرتے ہیں تاکہ غصہ کافور ہوجائے، ایسی صورت میں ممکن ہے وقتی طور پر غصے سے تو چھٹکارا مل جائے لیکن اس ناجائز شئ کے استعمال سے جو نتائج سامنے آسکتے ہیں وہ غصے کے نتائج سے کہیں زیادہ خطرناک اور رسوا کن ہوتے ہیں، وہ ناجائز چیز جواز الہ غضب وغصہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے وہ ہے نشا آور اشیاء۔ **(نعوذ بالله من ذلك)**

اس سے پہلے کہ میں آپ کو غصہ روکنے، کنٹرول کرنے اور اس پر قابو پانے کے جائز طریقے بتاؤں آیئے ذرا غصے کی خطرناکی، انجام اور بھیانک نتائج پر نظر ڈالتے ہیں، غصے کا انجام کتنا خطرناک اور رسوا کن ہوسکتا ہے اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، **"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْصِنِي، قَالَ: لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: لَا تَغْضَبْ"** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے آپ کوئی نصیحت فرما دیجیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ نہ کیا کرو! انہوں نے کئی مرتبہ یہی سوال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار یہی فرماتے رہیں کہ غصہ نہ کیا کرو! **(صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، ح:6116)** اس حدیث پر غور کرنے سے ہمیں غصہ کی خطرناکی کا پتا چلتا ہے کہ وہ شخص آپ ﷺ سے بار بار کہتا رہا کہ مجھے کوئی وصیت کیجیے اور آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار کہتے رہیں کہ غصہ مت کرو غصہ مت کرو!۔
آیئے اب جانتے ہیں کہ غصے کو کنٹرول کرنے اور اس پر قابو پانے کے وہ کون کون سے جائز طریقے ہیں:
1- جب انسان کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور "أعوذ بالله من الشيطان الرجيم" پڑھے، اس کی دلیل: "عن سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ، قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلاَنِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ جُلُوسٌ، وَأَحَدُهُمَا يَسُبُّ صَاحِبَهُ، مُغْضَبًا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً، لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جھگڑا کیا، ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص دوسرے کو غصہ کی حالت میں گالی دے رہا تھا اور اس کا چہرہ سرخ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص اسے کہہ لے تو اس کا غصہ دور ہو جائے، یعنی اگر یہ" اعوذ بالله من الشيطان الرجيم " کہہ لے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے گا۔(صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، ح:6115)
2۔اسی طرح غصہ کو روکنے کا ذریعہ یہ بھی ہے کہ اگر آدمی حالت غضب میں کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر اس کے باوجود غصہ کنٹرول نہ ہو تو لیٹ جائے، اس کی دلیل: "عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا: إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ، فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ" سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جائے اسی طرح اگر اس کا غصہ سرد ہو جائے (تو بہتر) ورنہ لیٹ جائے۔(سنن ابی داؤد، حدیث صحیح، کتاب الأدب، باب ما يقال عند الغضب، ح:4782)
3۔غصہ کو روکنے کا یہ بھی ذریعہ بہت مؤثر ثابت ہوگا کہ غصہ پی جانے کی فضیلت کو یاد کیا جائے، اور فضیلت یہ ہے کہ "اس سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے" جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ" (آل عمران:134)
ترجمہ: غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے نیکوکاروں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔(جوناگڑھی)
مذکورہ بالا طریقہ کار استعمال کر کے غصہ جیسی خطرناک صفت پر قابو پایا جا سکتا ہے، اور یہی اصل بہادری ہے

نہ کہ غصے کے تقاضے پورا کرنا، جیسا کہ حدیث میں ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلوان وہ نہیں ہے جو کشتی لڑنے میں غالب ہو جائے بلکہ اصلی پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پائے، اور بے قابو نہ ہو جائے۔
(صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، ح:6114)

جب ہم یہاں تک پہنچ ہی گئے تو آیئے یہ بھی جان لیتے ہیں کہ اگر ہم غیظ وغضب اور غصہ پر قابو پانے اور اسے کنٹرول کرنے کی ہر جائز طریقے استعمال کر کے اسے مغلوب کر ہی دیتے ہیں تو اس کے عوض ہمیں کیا ملے گا؟

1۔ ہمارا شمار بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں میں ہوگا، فرمان باری تعالیٰ ہے: "وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ" (آل عمران: 134) ترجمہ: غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے نیکوکاروں سے اللہ محبت کرتا ہے۔(جونا گڑھی)

2۔ پہلوانِ حقیقی کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے جیسے کہ مذکورہ بالا حدیث میں بیان ہوا۔(صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، ح:6114)

3۔ غصہ کو کنٹرول کر لینے والا شخص ان لوگوں میں سے ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن برسر مخلوقات کہے گا کہ تم جنت کی حور عین میں سے جسے چاہو منتخب کر لو! "عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يُخَيِّرَهُ اللَّهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ مَا شَاءَ" حضرت سہل بن معاذ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غصہ پی جائے جبکہ وہ اس پر عمل درآمد کی قدرت رکھتا ہو تو اللہ اسے قیامت کے دن برسر مخلوقات بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ جنت کی حور عین میں سے جسے چاہے منتخب کر لے۔

(سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب من کظم غیظا، ح:4777)

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ یا رب! تو ہمیں اپنے غصے پر قابو پانے اور اسے کنٹرول کرنے کے توفیق دے! (آمین)

خواب کے احکام ومسائل

عبدالقادر بن مطیع الرحمن
متعلم جامعہ نجران سعودیہ عربیہ

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، وبعد:

قارئین کرام! انسان کو ہر طرح کے خواب آتے ہیں، اچھے خوشخبری دینے والے بھی اور برے اور ڈراؤنے بھی، دونوں طرح کے خواب کے کچھ احکام ومسائل ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

اچھے خواب کے احکام ومسائل:

١۔ اچھے خواب اللہ تعالی کی طرف سے ہوتے ہیں، بطور بشارت اور خوشخبری، حدیث نبوی ہے "أَيُّها النَّاسُ، إنَّه لَمْ يَبْقَ مِن مُبَشِّراتِ النُّبُوَّةِ إلَّا الرُّؤْيا الصَّالِحَةُ، يَراها المُسْلِمُ، أوْ تُرى له" (صحيح مسلم:479)

٢۔ اچھے خواب دیکھنے پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اور دوسروں سے بتایا بھی جا سکتا ہے، حدیث نبوی ہے: "إذا رأى أحدُكم الرُّؤيا يُحبُّها فإنّما هي من اللهِ فليحمَدِ اللهَ عليها وليحدِّثْ بما رأى" (صحيح بخاري) وہ دوسرے کون ہیں، آئندہ حدیث میں دیکھیں:

٣۔ "الرُّؤْيا الحَسَنَةُ مِنَ اللَّهِ، فَإِذا رَأى أحَدُكُمْ ما يُحِبُّ فلا يُحَدِّثْ به إلَّا مَن يُحِبُّ" (صحيح بخاري) یعنی صرف اپنے احباب واعزہ ہی کو بتائیں۔

٤۔ اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہیں تو آدمی اس سے خیر کی امید رکھے، ساتھ ہی اس کے لیے دعا بھی کرے۔ یہ ہو گئے اچھے خواب کے احکام۔

جہاں تک برے خواب (اللہ بچائے، آمین) کے احکام ومسائل ہیں، تو بدیہی امر ہے کہ اچھے خواب کے برعکس ہوں گے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

١۔ برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، کوئی دیکھے تو اللہ سے پناہ مانگے، مذکورہ بالا احادیث کے اجزاء میں سے یہ ہے کہ "وإذا رأى أحدُكم ما يكرَهُ فلْيتعوَّذْ باللهِ مِن شَرِّها ومِنْ شَرِّ الشَّيطانِ ولْيتفُلْ عن يسارِه ثلاثًا" (صحيح بخاري)

٢۔ بیدار ہونے کے فورا بعد، تین بار بائیں جانب تھوکنا چاہئے، جیسا کہ اوپر والی حدیث میں ہے، (ولْيتفُلْ عن يسارِه ثلاثًا)

٣۔ برے خواب کا کسی سے اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث ہے۔ "ولا يُحَدِّثْ بها أحَدًا، فإنَّها لَنْ تَضُرَّهُ." (صحيح بخاري)، کیوں کہ برا خواب آدمی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

٤۔ اپنی کروٹ بدل لینی چاہئے، ایک ٹکڑۂ حدیث ہے: "ولْيَتَحَوَّلْ عن جَنْبِهِ الذي كانَ عليه" (صحيح مسلم)

٥۔ برے خواب دیکھنے پر انسان، دوگانہ ادا کرے اور کسی سے نہ کہے۔ حدیث ہے: "فإذا رأى أحدُكم ما يكره فلْيقمْ فلْيصلِّ ولا يحدِّثْ بها الناسَ" (ابو داود، ترمذي)

خواب کے یہ چند احکام ومسائل ہیں۔ اللہ ہمیں علم نافع اور عمل صالح کی توفیق دے۔ (آمین)

اگر، کاش اور ان جیسے الفاظ کے استعمال کا حکم

ہدایت اللہ فارس
متعلم جامعہ نجران سعودیہ عربیہ

یہ موضوع دراصل اظہار تمنا یا اظہار قیاس وامکان کے لیے استعمال کیے جانے والے الفاظ سے متعلق ہے، چاہے وہ الفاظ عربی میں ہوں یا اردو میں یا کسی اور زبان میں، اہل توحید ہونے کے ناطے ہمیں ہر اس لفظ کو دل وزبان سے ادا کرنے کے معاملے میں محتاط رہنا چاہیے جو تعلیمات عقیدہ اور اس کے لوازمات کے برخلاف ہو اور عقیدہ کے کسی بھی گوشے میں خلل پیدا کرنے کا باعث بنے، یہ ہماری کم علمی کہیں یا بے توجہی کہ ہم میں سے بہت سارے مسلمان "لو، لیت، اگر، کاش وغیرہ" جیسے الفاظ بلا سوچے سمجھے کسی بھی موقع پر استعمال کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے، ایسا نہیں ہے کہ ان جیسے الفاظ کا استعمال بالکل ہی خلاف عقیدہ ہے، نہیں! بلکہ کچھ مقامات ایسے ہیں جن میں استعمال جائز ہے، اور کچھ اس سے مانع ہیں، اس تحریر میں استعمال سے متعلق مثبت ومنفی انھیں مواقع کا بالاختصار ذکر کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں!

جواز کے مواقع:

1۔ **بطور اخبار:** مجرد کسی چیز کے سلسلے میں خبر دینا مقصود ہو تو لفظ "اگر" یا اس کے ہم معنی الفاظ کا استعمال جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، مثلا کسی کا کہنا "**لو زرتني لأكرمتك**" اگر آپ میرے پاس آتے تو میں آپ کی عزت کرتا اسی طرح کسی کا یہ کہنا کہ "اگر مجھے آپ کے آنے کا علم ہوتا تو میں آپ سے ملاقات کے لیے ضرور آتا" وغیرہ ان جیسے حالات میں "اگر یا کاش" وغیرہ کا استعمال جائز ہے، جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مقام پر بطور خبر اس کا استعمال کرنا ثابت ہے: **لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي ما اسْتَدْبَرْتُ ما أَهْدَيْتُ، ولَوْلا أنَّ مَعِي الهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ** "یعنی اگر میں اپنے معاملہ کو پہلے جان لیتا جو میں نے بعد میں جانا تو ھدی کا جانور نہ لاتا، اور اگر میرے پاس ھدی کا جانور نہ ہوتا تو میں حلال ہو جاتا۔ (**صحيح البخاري ١٧٨٥**)

اس طرح کی کئی دلائل موجود ہیں جن میں ایسے مواقع پہ اس کے استعمال کی صراحت ملتی ہے۔

2۔ "**تمنی**" یعنی کسی چیز کی آرزو کرنا: اس معاملے میں بس دھیان یہ رکھنا ہے کہ اگر تمنا یا آرزو کسی خیر اور بھلے کام سے متعلق ہو تو استعمال بالکل جائز ہے، لیکن اگر تمنا کسی ایسے فعل سے متعلق ہو جو شر یا برائی پر دلالت

کرے تو ایسے موقع پر لفظ" اگر" وغیرہ کا استعمال ناجائز ومذموم ہے۔

تمني بالخير کے جائز ہونے کی دلیل جیسے رسول ﷺ کا دو ایسے شخص کے سلسلے میں فرمانا جن میں سے ایک کو اللہ تعالی مال کثیر سے نوازا ہوتا ہے وہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہوتا ہے اور وہیں دوسرا مال کی نعمت سے محروم آدمی یہ آرزو کرتے ہوئے کہہ رہا ہوتا ہے کہ: **"لو أن لي مثل مال فلان لعملت فيه مثل عمل فلان" فقال رسول ﷺ هما في الأجر سواء** "اے کاش! اگر میرے پاس بھی ان کے جیسا مال ہوتا تو میں بھی ان کی طرح خیر کے کاموں میں خرچ کرتا، تو اللہ کے رسول نے فرمایا: یہ دونوں ہی اجر کے معاملے میں برابر ہیں۔ **(صححه الألباني في صحيح الترمذي 2325)**

گویا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیر کے کاموں کی آرزو کرنا تمنا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ یہ محمود عمل ہے۔

ناجائز کے مواقع:

1۔ **تمني بالشر:** یعنی کسی شر کی خواہش کرتے ہوئے یا کسی چیز کے مفقود ہو جانے پر حسرت وافسوس کرتے ہوئے" اگر یا کاش" یا ان جیسے ہم معنی الفاظ کا استعمال کرنا بالکل جائز نہیں ہے، مثلا کوئی کہے **"لو قلت كذا لكان كذا"** یعنی اگر میں ایسا کیا ہوتا تو ایسا ویسا ہو جاتا، اس کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہی میں موجود ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک بندہ کو اللہ تعالی مال سے نوازا ہوتا ہے لیکن وہ علم کی دولت سے محروم ہے پھر وہ اپنے مال کو بلا علم بے دریغ خرچ کرتا ہے، اس معاملے میں نہ تو وہ اپنے رب سے ڈرتا ہے اور نہ ہی اس میں اس کا حق جانتا ہے، اور وہیں دوسرا شخص ہے جسے اللہ مال وعلم دونوں نعمتوں سے محروم رکھا ہوتا ہے وہ سامنے والے کو دیکھ کر کہہ رہا ہوتا ہے کہ" **لو أن لي مالا لعملت فيه بعمل فلان**" اے کاش! اگر میرے پاس بھی اس کے جیسا مال ہوتا تو میں بھی اسی کی طرح خرچ کرتا، ظاہر ہے یہ **تمنی بالشر** ہے اس لیے اسے اس کی نیت کے مطابق ہی بدلہ ملے گا، اس لئے رسول ﷺ نے فرمایا: **فوزرهما سواء (صحيح الترمذي 2325)**

یہ ہوئی تمنا کی بات، اس کے علاوہ چند دوسرے مقامات پر بھی اس کا استعمال حرام ہے، مثلا: شریعت پر اعتراض کرتے ہوئے اس کا استعمال کرنا جیسا کہ منافقین کا طریقہ رہا ہے، ان کا کہنا: **"لو أطاعونا ما قتلوا "** اگر ہماری بات مانے ہوتے تو قتل نہ ہوتے {آل عمران: 168}

اسی طرح تقدیر پر اعتراض کرتے ہوئے ان کا کہنا: **"لو كانوا عندنا ما ماتوا وما قتلوا "** اگر وہ ہمارے

پاس ہوتے تو نہ ہی مرتے اور نہ قتل کئے جاتے! {آل عمران:156}

اسی طرح تقدیر کے خلاف معصیت پر احتجاج کرتے ہوئے مشرکین کا کہنا: لو شاء الله ما أشر كنا" اگر اللہ چاہتے تو ہم شرک نہ کرتے {الأنعام:148}

اوران کا کہنا: وقالوا لو شاء الرحمن ما عبدناهم {الزخرف:20}

یہ سارے مقامات ہیں جن میں "لو، لیت، اگر، کاش" اوران جیسے ہم معنی الفاظ کا استعمال ناجائز اور حرام ہے لہذا ایسے مقامات پہ حسرت وافسوس یا کسی شر کی تمنا وآرزو کرتے ہوئے ان جیسے الفاظ کے استعمال سے ہمیں بچنا چاہیے اور دوسروں کو بھی اس سے متنبہ کرنا چاہیے، یہ صفت عموما عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہے، کوئی اپنا آدمی اگر فوت ہوجائے تو گھر کی عورتیں یہ کہہ کر رورہی ہوتی ہیں کہ اگر فلاں جگہ نہ جاتا تو ایسا نہ ہوتا، یا پہلے علاج کرلیا ہوتا تو نہ مرتا وغیرہ، ایسی صورت میں شیطان کو موقع مل جاتا ہے، پھر وہ طرح طرح سے دل میں وسوسے ڈالنا شروع کردیتا ہے، جس سے عجیب وغریب سوچ انسان کے ذہن میں پیدا ہونے لگتی ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " المؤمِنُ القويُ خيرٌ وأحبُ إلى اللهِ منَ المؤمنِ الضَّعيفِ وفي كلٍّ خيرٌ احرِص على ما ينفعُك واستعِن باللهِ ولا تعجِزْ فإن أصابَك شيءٌ فلا تقُلْ لو أنّي فعلتُ كذا وَكذا ولكن قل قدَّرَ اللهُ وما شاءَ فعلَ فإنَّ لو تفتحُ عملَ الشَّيطانِ "

ترجمہ: طاقتور مؤمن بہتر اور زیادہ پسندیدہ ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضعیف وکمزور مؤمن سے اور ہر چیز میں خیر ہے سو تم اس چیز کے حریص بنو جو تمہیں نفع دے اور اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرو، اور عاجز نہ بنو، اگر تمہیں کوئی چیز لاحق ہو تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا، لیکن کہو اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کیا تھا اور جو چاہا وہی کیا، کیونکہ "لوٗ" (اگر) شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

أخرجه مسلم (٢٦٦٤)، وابن ماجه (٧٩) واللفظ له، وأحمد (٨٧٧٧)، والنسائي في »السنن الكبرى« (١٠٤٥٧) صححه الألباني (١٤٢٠هـ)، صحيح ابن ماجه ٦٤

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں یہ ان جیسے الفاظ کے استعمال سوچ سمجھ کر کرنے کی توفیق دے، خاص کر جہاں ممنوع ہے وہاں ان کے استعمال کرنے سے محفوظ رکھے! (آمین)

غیبت کی قباحت اور اس کے جواز کی استثنائی صورتیں

منظّم بھارتی
متعلم جامعہ نجران سعودیہ عربیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کی ایسی واضح اور جامع تعریف فرمائی ہیں کہ اس میں کوئی ابہام باقی نہیں چھوڑا:" ذكرك اخاك بمايكره "تمہارا اپنے بھائی کا ذکر اس چیز کے ساتھ کرنا جس کو وہ ناپسند کرے،غیبت کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، فرماتے ہیں: ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: اتدرون ما الغيبة؟ قالوا: الله ورسوله اعلم قال: ذكرك اخاك بمايكره قيل: افرايت إن كان في اخي ما اقول؟ قال: إن كان فيه ماتقول فقد اغتبته وإن لم يكن فيه فقد بهته.

ترجمه: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟" انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تمہارا اپنے بھائی کا ذکر ایسی چیز کے ساتھ کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہے"، عرض کیا گیا: آپ یہ بتائیں کہ اگر میرے بھائی میں وہ چیز موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو کیا پھر بھی غیبت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" اگر اس میں وہ چیز موجود ہے جو تم کہہ رہے ہو تو یقیناً تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ چیز اس میں موجود نہیں تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔[مسلم، البر والصلة:70]

قارئین کرام! اللہ رب العالمین نے سختی کے ساتھ اس چیز سے منع فرمایا ہے، فرمان باری تعالی ہے: يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتا فكرهتموه واتقوا الله إن الله تواب رحيم (سورة الحجرات:12)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں، اور بھید نہ ٹٹولا کرو، اور نہ تم کسی کی غیبت کرو، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت معاشرتی نظام کی حفاظت کے لیے ایک بہت بڑا تحفہ ہے، جس میں ہر فرد کی آزادی اور اس کی عزت محفوظ ہوتی ہے، اسی طرح ان کو یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ وہ اپنے شعور، اپنے احساسات اور اپنی مافی ضمیر کا اظہار دوسروں کے سامنے کس انداز میں کریں، اور دوسروں کے بارے میں ان کا گمان کیسا ہونا چاہیے، یہ ساری چیزیں نہایت ہی موثر انداز میں اس آیت کریمہ میں بیان کی گئیں ہیں۔ اس آیت مبارکہ کی شروعات بھی بڑی پیاری انداز میں ہوتا ہے" اے لوگو، جو ایمان لائے ہو" اس کے بعد کہا جاتا ہے کہ دوسروں کے بارے میں بہت زیادہ گمان اور برے گمان کرنے سے باز رہو! کسی کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ اپنے شکوک وشبہات کی بنا پر نہ کرو، ! اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ **"ان بعض الظن اثم"** کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

اسی طرح قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے واضح رہے کہ اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں غیبت کرنے والے اور کسی کی ذات پر عیب نکالنے والے کی مذمت بیان کی گئی ہے، اور ایسے شخص کے لیے آخرت میں شدید عذاب کی خبر دی گئی ہے، ارشادِ ربانی ہے: **وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (سورہ الھمزہ: 1)**

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو۔

آیت کی تشریح: **هُمَزَةٍ** اور **لُمَزَةٍ** بعض کے نزدیک ہم معنی ہیں، بعض اس میں کچھ فرق کرتے ہیں، **هُمَزَةٌ** وہ شخص ہے جو روبرو برائی کرے اور **لُمَزَةٌ** وہ جو پیٹھ پیچھے برائی بیان کرے، بعض اس کے برعکس معنی کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں **هَمْزَہ** آنکھوں اور ہاتھوں کے اشارے سے برائی کرنا ہے اور **لُمزۃ** زبان سے۔

افسوس کی بات ہے کہ کسی کی غیبت کرنا چغلی کرنا آج لوگوں نے اپنا شوہ بنالیا ہے، ان کے لیے یہ قبیح عمل اتنا آسان ہوگیا ہے کہ گھنٹوں کسی کی غیبت کرتے ہوئے نہ تو تھکتے نظر آتے ہیں اور نہ ہی ان کو اس چیز کا کوئی احساس ہوتا ہے، آپ اپنے گاؤں محلہ اور خاص طور پر چائے کی دکانوں میں مشاہدہ کیے ہوں گے کہ لوگ بڑی ذوق وشوق کے ساتھ اپنے مسلم بھائی کی غیبت کر رہے ہوتے ہیں اور سننے والے بھی بڑی دلچسپی کے ساتھ سنتے ہیں نہ بولنے والوں کو کچھ احساس ہوتا ہے نہ سننے والوں کو، اپنے گھر کی کیا حالات ہیں اس سے قطع نظر اوروں کے ہاں کیا ہورہا ہے اس پر ان کا خوب دھیان ہوتا ہے۔

قارئین کرام! غیبت بہت قبیح فعل ہے اس سے بچنا ہر مسلم پر فرض ہے، اللہ تعالی نے اس کی قباحت کو قرآن مجید میں مختلف مقامات پہ بیان فرمایا ہے، اللہ تعالی ایک جگہ فرماتا ہے: **لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا**

مَن ظُلِمَ وَكَانَ اللهُ سَمِيعًا عَلِيمًا (سورة النساء148) ترجمہ: برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے، اور اللہ خوب سنتا اور جانتا ہے۔

شریعت نے تاکید کی ہے کہ کسی کے اندر برائی دیکھو تو اس کا چرچا نہ کرو بلکہ تنہائی میں اس کو سمجھاؤ، الا یہ کہ کوئی دینی مصلحت ہو، اسی طرح کھلے عام اور علی الاعلان برائی کرنا سخت ناپسندیدہ ہے، ایک تو برائی کا ارتکاب ویسے ہی ممنوع ہے، چاہے پردے کے پیچھے ہی کیوں نہ ہو، دوسرا اسے برسرعام کیا جائے یہ مزید اس جرم کو بڑا بنا دیتا ہے۔

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتہائی قیمتی نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں سے ایک نعمت زبان ہے اور آپ کو بتادیں کی یہ غیبت اسی زبان سے ہی کی جاتی ہے، جس کا صحیح استعمال انتہائی خوشگوار نتائج پیدا کرتا ہے لیکن اگر اسے غلط استعمال کیا جائے تو یہی زبان ہر قسم کے فساد اور خرابی کی جڑ بن جاتی ہے، لہذا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی حفاظت پر بہت زور دیا ہے، اللّٰہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (سورة الإسراء36)

ترجمہ: کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمھیں علم نہ ہو یقیناً آنکھ، کان اور دل سب سے باز پرس ہوگی۔

قارئین کرام! قرانی آیات واحادیث سے غیبت کی قباحت تو واضح ہوگئی، مزید اس بات کا علم ہوا کہ غیبت بالاتفاق حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔

آیئے اب جانتے ہیں! کہ کیا غیبت کسی صورت میں جائز بھی ہوتی ہے؟:

بعض اوقات مسلم بھائی کی غیبت جائز ہوجاتی ہے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کا عیب بیان کیا جاسکتا ہے، قاعدہ اس کا یہ ہے کہ جب دین کا کوئی ضروری مقصد اس کے بغیر حاصل نہ ہو تو اس وقت یہ جائز ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے اور ان سے پہلے امام غزالی رحمہ اللہ نے غیبت کے جواز کے چھ مواقع گنائے ہیں:

1-ظلم پر فریاد: مظلوم کو حق ہے کہ ظالم کے خلاف بات کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: »لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ« [4-النساء:148]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بری بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس پر ظلم کیا جائے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: »ان لصاحب الحق مقالا« ”حق والے کو بات کرنے کی

گنجائش ہے۔" [بخاري: ح2390]

بہتر یہ ہے کہ بادشاہ یا قاضی یا ایسے شخص کے پاس اپنی مظلومیت کا تذکرہ کرے جو اس کی مدد کر سکتا ہو۔

2- کسی گناہ یا برے کام کو روکنے کے لئے ایسے لوگوں کو اطلاع دینا جو اس کے ساتھ مل کر یا خود اسے روک سکیں۔

(لیکن اگر مقصد صرف اس کی تذلیل ہو تو یہ جائز نہیں ہے)

* اسی طرح فتویٰ لینے کے لئے مفتی کے سامنے کسی کے نقص کا ذکر کرے تو یہ جائز ہے، مثلاً: ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لئے کافی ہو، کیا میں اس کے علم کے بغیر اس کے مال میں سے لے لیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے اور تمہارے بچوں کے لئے جتنا کافی ہو معروف طریقے کے ساتھ لے لیا کرو۔ [بخاري: 2211، البيوع/94] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندہ رضی اللہ عنہا کو اپنے خاوند کا عیب بیان کرنے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ اس کا مقصد مسئلہ پوچھنا تھا۔

* مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے اور انہیں شر سے بچانے کے لئے کسی کی برائی سے آگاہ کرے تو یہ جائز ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایذنوا له بئس اخو العشيرة... [البخاري۔ 6054] "اسے اجازت دے دو یہ خاندان کا بہت برا آدمی ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس شخص کی برائی سے آگاہ کرنا ضروری خیال فرمایا، مسلمانوں کی خیر خواہی میں اور انہیں شر سے بچانے میں بہت سی چیزیں آجاتی ہیں:

(الف) حدیث کے راویوں پر اور مقدمے کے گواہوں پر جرح جائز بلکہ واجب ہے اور اس پر امت کا اتفاق ہے۔

(ب) جب کوئی شخص کسی کے ساتھ رشتہ کرنے یا امانت رکھنے یا مشارکت کرنے یا ہمسائیگی اختیار کرنے، کاروبار یا کوئی اور معاملہ کرنے کے متعلق مشورہ پوچھے تو صحیح صحیح بات بتا دے، فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابوجہم رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاویہ تو کنگال ہے اس کے پاس کچھ نہیں اور ابوجہم عورتوں کو بہت مارتا ہے، تم اسامہ سے

نکاح کرلو۔[صحیح مسلم:1480]اور یہ مومن کا حق ہے »و اذا ستنصحك فانصح له« جب وہ تم سے مشورہ مانگے تو اس کی خیر خواہی کر۔[صحیح مسلم2162، الادب3]

5- جو شخص کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی کرتا ہو، لوگوں کو لوٹتا ہو، اعلانیہ شراب پیتا ہو تو اس کے ان گناہوں کا ذکر جائز ہے جن کو چھپانے کی وہ ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا اور جن کا ذکر کیا جائے تو اسے برا محسوس ہی نہیں ہوتا، کیونکہ غیبت ان چیزوں کا ذکر ہے جسے وہ ناپسند کرے۔

6-کوئی شخص کسی لقب کے ساتھ مشہور ہو اس کے بغیر اس کی پہچان نہ ہوتی ہو اور وہ اسے برا بھی نہ جانتا ہو تو اسے اس لقب سے ذکر کرنا جائز ہے خواہ اس میں اس کا کوئی نقص ہی بیان ہو رہا ہو، مثلاً: أَعْمَشْ (جس کی آنکھیں چندھیائی ہوئی ہوں) أَعْرَجْ (لنگڑا)۔أَصَمْ (بہرا) أعْمي (نابینا) وغیرہ، شرط یہ ہے کہ مقصد اس کی تنقیص نہ ہو۔(شرح النووی لصحیح مسلم باب تحریم الغیبة۲ / ۱۱۷)

اللہ سے دعا ہے کہ اے رب کریم! ہم تمام مسلمانوں کو غیبت جیسی قبیح فعل سے دور رکھ اور ایک دوسرے کے بارے میں حسن ظن ہمارے دلوں میں غالب رکھ! (آمین)

جمعہ کی فضیلت اور اس کے آداب

محمّد جمیل اختر حسین
متعلم جامعہ نجران سعودیہ عربیہ

اللہ رب العالمین کا ہم انسانوں پر بے شمار احسانات ہیں جن کا شمار ناممکن ہے، انہیں میں سے ایک جمعہ کا مبارک دن بھی ہے، جس دن کو اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کے لیے عید کا دن قرار دیا ہے "إن هذا يوم عيد جعله الله للمسلمين" (رواه ابن ماجه 1098 وحسّنه الألباني في "صحيح ابن ماجه) اس دن کی اہمیت اللہ کے نزدیک عید الاضحیٰ اور عید الفطر سے بھی بڑھ کر ہے، یہی وہ دن ہے جس کے بارے میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا (رواه مسلم۔ 854) سب سے بہترین دن جس میں سورج نکلتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن ان کو جنت سے نکالا گیا، یقینا جمعہ کا دن عظمت، فضیلت اور برکت والا دن ہے جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، گناہ معاف کیے جاتے ہیں، جمعہ کے دن انس وجن کے علاوہ ساری مخلوقات خوف کھاتی ہیں، کیوں کہ اسی دن قیامت قائم ہونے والی ہے (صحيح الجامع۔ 3334)

جمعہ کا دن دراصل یہود ونصاریٰ کے لئے مقرر کیا گیا تھا مگر انہوں نے اختلاف کر لیا یہودیوں نے سنیچر کا دن اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اپنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے جمعہ کا دن امت مسلمہ کے حق میں کر دیا (صحيح بخاري 896) الحمدلله على هذه النعمة

قارئین کرام! جمعہ کو جمعہ اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ اس دن سارے مسلمان اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں عبادت کی غرض سے اکٹھا ہوتے ہیں اور رب تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں جیسا کہ اس کا حکم ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ. (سورة الجمعة: 9)

جس دن کی اتنی اہمیت اور فضیلت ہو تو ظاہر سی بات ہے اس کے کچھ احکام وآداب بھی ہوں گے، آیئے اختصار کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں جمعہ کے چند احکام وآداب جاننے کی کوشش کرتے ہیں:

جمعہ کے لیے غسل کرنا: حدیث کے اندر جمعہ کے دن غسل کر کے مسجد آنے کی بڑی تاکید اور فضیلت بیان کی گئی ہے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ. (صحيح بخاري: ۸۷۷) کہ تم میں سے جب کوئی جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرے۔ اور ایک روایت میں ہے "غُسلُ يومِ الجمعةِ واجبٌ على كلِّ محتلِمٍ" (صحيح بخاري: ۸۵۸) کہ ہر بالغ شخص پر جمعہ کے دن غسل

کرنا واجب ہے،ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن ہمیں غسل کر کے آنا چاہیے،اسی طرح اگر کوئی شخص کسی عذر کی بنا پر یا کسی وجہ سے غسل نہیں کر پاتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ ایک روایت ہے جس کے راوی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ أَفْضَلُ.** (صحیح الترمذي: 497) کہ جس نے جمعہ کے دن وضوء کیا تو اس نے اچھا اور بہتر کیا اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل اور بہتر ہے۔

مذکورہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت مؤکدہ ہے کیونکہ دونوں طرح کی حدیثیں ثابت ہیں لہذا جمعہ کے دن جس کے لیے غسل کرنا آسان اور ممکن ہو وہ غسل کا اہتمام کریں اور جس کے لیے ممکن نہ ہو وہ وضوء ہی پر اکتفا کریں، یاد رہے کہ غسل کا مقصد صفائی ستھرائی اور پسینے وغیرہ کی بدبو کو دور کرنا ہے تاکہ مصلیان اور فرشتوں کو تکلیف نہ ہو۔

جمعہ کے لئے بہتر لباس اور خوشبو کا استعمال: جب کوئی شخص جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرنے کے ساتھ ساتھ اچھے کپڑے اور خوشبو وغیرہ میسر ہو تو اس کا بھی استعمال کریں کیوں کہ حدیث کے الفاظ ہیں: "**مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ وَمَسَّ مِنْ طِيبٍ**" کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا نیز بہترین کپڑے پہنے اور اگر میسر ہو تو خوشبو بھی لگائی "**ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ أَعْنَاقَ النَّاسِ**" پھر جمعہ کے لیے آیا اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگیں،اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو پہلے آئے وہ صف کو مکمل کرتے جائے تاکہ بعد میں آنے والے کو گردن پھلانگنے کی ضرورت نہ پڑے، اکثر دیکھا یہ جاتا ہے کہ جو پہلے آتے ہیں وہ کسی کونے میں یا مسجد کے برآمدے میں یا پہلی صف کو چھوڑ کر کہیں اور بیٹھتے ہیں، حالانکہ آگے صف خالی رہتے ہوئے پیچھے بیٹھنا بالکل درست نہیں ہے،اسی طرح یہ جمعہ کے آداب کے خلاف بھی ہے کیوں کہ امام سے قریب ہو کر بیٹھنے کا حکم ہے نہ کہ جگہ خالی رہتے ہوئے کسی کونے میں جا کر بیٹھے رہیں،اسی طرح آگے اسی حدیث میں ہے "**ثُمَّ صَلَّى مَا كَتَبَ اللهُ له، ثُم أنْصَتَ إذَا خَرَجَ إِمَامُه حتى يَفْرُغَ مِن صَلاتِه كَانتْ كَفارةً لِمَا بَينهُما وَبينَ جُمعتِه التي قَبلَها**" (صحیح ابو داؤد ۳٤۳) کہ کسی کا گردن پھلانگے بغیر جہاں اس کو جگہ ملے وہاں بیٹھ کر نفلی نمازیں پڑھے اور اس وقت تک خاموش بیٹھے رہے جب تک خطبہ اور نماز سے فارغ نہ ہوں تو یہ چیز اس کے لئے اس جمعہ اور سابقہ جمعہ کے مابین (صادر ہونے والے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ ہوگا۔

جمعہ کے دن مسجد جلدی آنا: اسی طرح جمعہ کے لیے مسجد جلدی آنا چاہیے کیوں کہ جلدی آنے کی بڑی فضیلت ہے یعنی جو جتنا جلدی جمعہ کے دن مسجد میں تشریف لائے گا وہ اتنا ہی زیادہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا، ایک حدیث ہے جس کا مفہوم ہے کہ جمعہ میں سب سے پہلے آنے والا اونٹ کی قربانی کے برابر،اس کے بعد آنے والا گائے کی قربانی کے برابر،

اس کے بعد آنے والا مینڈھے کی قربانی کے برابر، اس کے بعد والا مرغی کے برابر، اس کے بعد والا انڈے کے برابر قربانی دینے کا ثواب پاتا ہے، لیکن یاد رہے کہ جب خطبہ کا وقت ہو جاتا ہے اور امام صاحب خطبہ دینے کے لئے تشریف لے آتے ہیں تو فرشتے اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔(صحیح بخاری: 881)

لہذا ہمیں اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے اور جمعہ کے لیے جتنا جلدی ہو سکے چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ پہلے آنا چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ اجروثواب کے مستحق بن سکیں۔

مسجد میں داخل ہونے کے بعد عبادتوں میں مشغول رہنا: اسی طرح جب مسجد پہلے آئیں تو سنن ونوافل، تلاوت قرآن، ذکرواذکار، استغفار اور درود وغیرہ میں اپنے آپ کو مشغول رکھیں یہ نہیں کہ مسجد تو پہلے آچکے ہیں مگر مسجد کے کسی کونے میں سوئے پڑے ہیں اکثر دیکھا یہ جاتا ہے کہ مسجد پہلے پہنچ کر بس دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر چپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں نہ نفلی نمازیں نہ تلاوت قرآن، نہ درود نہ ذکر الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں بلکہ سو رہے ہوتے ہیں تو یہ چیز غلط ہے۔

نماز جمعہ کے بعد سنتوں کا اہتمام کرنا: "كَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ، فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ" (رواه البخاري: 937، ومسلم: 882) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھے بغیر واپس نہیں ہوتے، اسی طرح ایک روایت میں ہے: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا (رواه مسلم: 881) کہ جب تم میں سے کوئی نماز جمعہ ادا کرے تو اس کے بعد چار رکعت (سنت) ادا کرے، گویا جمعہ کے بعد دو رکعت یا چار رکعت پڑھنے کا ثبوت ہے اور دونوں صحیح ہے، علماء نے اس کی تطبیق اس طرح دی ہیں کہ مسجد میں پڑھنے والا چار رکعت اور گھر میں پڑھنے والا دو رکعت پڑھے۔

قارئین کرام! کچھ اعمال ایسے ہیں جو بطور خاص جمعہ کے لیے ہی احادیث کے اندر وارد ہوئے ہیں جس کا اہتمام بہت ضروری ہے:

(١) جمعہ کے دن فجر کی پہلی رکعت میں "سورة السجدة" اور دوسری رکعت میں "سورة الدهر" پڑھنا مسنون ہے (صحیح بخاری 891)

(٢) جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرنا مستحب ہے (رواه الحاكم . وصححه الألباني في صحيح الترغيب (836)

(٣) جمعہ کے دن کثرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہیے (صحیح أبوداؤد 925)

(٤) جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی بھی ہے جس میں دعا کی قبولیت کا زیادہ امکان ہے (صحیح بخاری: 935) اس

گھڑی کے بارے میں اختلاف ہے کہ آخر وہ کونسی گھڑی ہے جس میں دعا کی قبولیت کا امکان ہے، بہت سارے اقوال ہیں دلائل کی روشنی میں دو قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔

پہلا قول: هِيَ مَا بَيْنَ أَنْ يَجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى الصَّلَاةُ. (صحيح مسلم. 853) یہ گھڑی امام کے ممبر پر جلوہ افروز ہونے سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک ہے۔

دوسرا قول: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَالْتَمِسُوهَا آخِرَ سَاعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ. (صححه الألباني 1048) اسے عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں تلاش کرو، راجح قول یہی ہے کہ جمعہ کے دن عصر بعد دعا کی قبولیت کی گھڑی ہے۔ (نيل الأوطار للشوكاني 2/531)

لہذا اس دن عصر کے بعد خصوصی دعا کا اہتمام کرنا چاہیے، اسی طرح کچھ حضرات جمعہ کے دن ایسے کام انجام دیتے ہیں جو بالکل درست نہیں ہے بلکہ شریعت اور اس کے آداب کے خلاف ہے، مثال کے طور پر:

* لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے آنا۔

* دو آدمیوں کے درمیان تفریق کرنا، یعنی دو آدمی بیٹھے ہیں تیسرے کی جگہ نہیں ہے پھر بھی زبردستی اپنے لیے جگہ بنانے کی کوشش کرنا۔

* کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا، اگر کوئی احتراماً جگہ دے دے تو الگ بات ہے۔

* جمعہ کے دن ایک ہی جگہ کو اپنے لیے خاص کر لینا۔

* مسجد کا اندرونی حصہ خالی رہنے کے باوجود چھت پہ یا برآمدے میں بیٹھنا۔

* اسی طرح حِبوہ کرنا بھی منع ہے، حبوہ کا مطلب ہے: گھٹنے کھڑے کر کے اسے سینے کے قریب کر لے اور ہاتھوں سے حلقہ بنا کر بیٹھ جائے، بیٹھنے کا یہ طریقہ غلط ہے۔

* اسی طرح دوران خطبہ مسجد میں کھلواڑ کرنا، بے فائدہ حرکت کرنا، مثلاً: داڑھی، کپڑوں یا چٹائی وغیرہ سے کھیلنا، انگلیاں چٹکھانا، یا بے جا حرکت کرنا۔

* گہری نیند آنے پر وضوء نہ کرنا بلکہ اسی میں نماز پڑھ لینا۔

* نماز کے اختتام کے فوراً بعد بغیر ذکر واذکار اور سنتوں کی ادائگی کے باہر نکل جانا۔

یہ چند باتیں تھیں جس کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا، ہمیں ان ساری غلط حرکات سے بچنا چاہیے! اللہ رب العالمین ہمیں جمعہ کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے! (آمین)

زکوٰۃ کی اہمیت وضرورت

معین الحسن نقیم الدین
متعلم جامعہ نجران سعودیہ عربیہ

اسلام کی خوبصورتی کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اسلام نے انسانی زندگی کے ہر پہلو پر کھل کر بات کی ہے اور ہر چھوٹی چھوٹی شئ کو بڑے ہی خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے اور انسانی تحفظ کے لیے ایک سے بڑھ کر ایک قانون وضابطہ تیار کیا ہے، یہ ایک ایسا مذہب ہے جس میں ہر سوال کا جواب اور ہر پروبلم کا حل موجود ہے اور اس میں ہر قسم کے لوگوں کا خیال رکھا گیا ہے اور پھر غریب مسکین اور اس طبقے میں آنے والے تمام لوگوں کا خاص خیال کرتے ہوئے ایک زکوٰۃ کا بھی قانون لایا ہے، بلکہ اسے ایک اہم عبادت اور فرائض میں شامل کیا ہے اور ہر صاحب نصاب پر فرض کیا ہے۔

دیکھا جائے تو اسلام کی بنیاد پانچ ستون پر ٹکی ہوئی ہے، ان میں سے تیسرا سب سے بڑا اور اہم ستون زکوٰۃ ہے، جس کو احادیث میں کچھ اس طرح سے بیان کیا گیا ہے "بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ" کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے، اول گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

تیسرے نمبر پر زکوٰۃ کو لایا ہے جس کو لیکر آج کے مسلم سماج کو تاہی کے شکار ہیں، بہت سے لوگ انکار کر چکے ہیں اور کچھ تو بھلا چکے ہیں کہ یہ بھی دین کا حصہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ غریبوں، مسکینوں اور مدارس ومسجدوں کی حالت بد سے بدتر ہے، کچھ بند ہو چکے ہیں، کچھ ڈوبنے کے کگار پر ہیں، کچھ اپنے آخری سانسیں گن رہے ہیں، کاش کہ لوگ اسکی اہمیت وضرورت کو سمجھتے تو آج یہ نوبت ہی نہیں آتی، جس حالت میں آج کے مسلم سماج گزر رہے ہیں۔

قارئین کرام! زکوٰۃ اسلامی معیشت کا بنیادی ذریعہ ہے، اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا صحیح حل پوشیدہ ہے، اور معاشی مسئلہ انسانی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ ہے، آج دنیا کے بیشتر ممالک میں دو اہم معاشی نظریے رائج ہیں، سرمایہ داری یا سرمایہ دارانہ معیشت اور دوسرا سوشلسٹ معیشت، ایڈم اسمتھ کے سرمایہ داری کا سفر خود غرضی اور شہوت انگیزی کا شکار ہے، انفرادی لطف اندوز وعیش وعشرت حتمی ہونا چاہیے، سرمایہ داری کا بنیادی فلسفہ سب سے زیادہ عیش وعشرت یا افادیت کا حصول ہے، معاشرے میں غریبوں یا محروموں کو رعایت دینے کی کوئی گنجائش نہیں، سوشلسٹ معیشت بھی کوئی حل تلاش نہ

کر سکی ،نظریاتی طور پر اسلام ان دو متضاد قطبوں کے خلاف کھڑا ہے۔

لہٰذا اسلامی معیشت مذکورہ دونوں معیشت سے نظریہ،مقصد اور حکمت عملی کے لحاظ سے مختلف ہیں،مثال کے طور پر:

(اَلف)اسلامی معیشت کے بنیادی ماخذ قرآن اور صحیح احادیث ہیں، دوسری طرف سرمایہ دارانہ اور سوشلسٹ مالیاتی نظام انسان کے بنائے ہوئے ہیں،ایڈم اسمتھ، ریکارڈو، مارشل، کارل مارکس،لیلن اور دیگر ماہرین اقتصادیات اور فلسفی ان مالیاتی نظاموں کے حامی ہیں۔

(ب)سرمایہ دارانہ معیشتیں اثاثوں کی انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتی ہے،سوشلسٹ معیشتوں میں وسائل کی سماجی یا ریاستی ملکیت کو تسلیم کیا جاتا ہے،دوسری طرف اسلامی معیشت میں اللہ تعالیٰ دنیا کی تمام دولت کا مالک ہے۔

(ج)سرمایہ داری پروڈیوسر کی خودمختاری کو تسلیم کرتی ہے،سوشلزم ریاست کی خودمختاری کو تسلیم کرتا ہے اور دوسری طرف اسلامی معاشیات اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرتی ہے،سرمایہ دارانہ معیشت منافع سے چلتی ہے،اس سے عوام کو لامحالہ نقصان پہنچتا ہے،اور پھر،سوشلزم میں، پیداوار ریاستی منصوبے کے مطابق کی جاتی ہے،اس میں لوگوں کی کھپت کی آزادی شامل نہیں ہے،دوسری طرف اسلامی معیشت پیداواری نظام میں افراد اور معاشرے دونوں کی فلاح و بہبود پر مرکوز ہے۔

(د)سرمایہ دارانہ اور سوشلسٹ معیشتوں میں پیسہ کمانے میں حرام اور حلال کی جانچ نہیں کی جاتی ہے لیکن اسلامی معاشیات میں ہر شعبہ کو دینی اقدار کے اعتبار سے حلال وحرام سمجھا جاتا ہے۔

(ہ)سرمایہ دارانہ اور سوشلسٹ معیشتوں میں دولت کا بنیادی ذریعہ سود ہے، اور دوسری طرف اسلامی معاشیات میں سود مکمل طور پر حرام ہے۔

لہٰذا نسل انسانی کے تمام معاشی مسائل کا حل اسلامی معیشت میں ہی مضمر ہے،اور اسلامی معیشت کا اصل ذریعہ زکوٰۃ کا نظام ہے،سماجی مساوات کے حصول کے لیے زکوٰۃ کو بنیادی ادارہ جاتی اقدامات میں سے ایک سمجھا جاتا ہے،معاشرے میں آمدنی اور دولت کی تقسیم کے وسیع تفاوت کو ختم کرنے کے لیے زکوٰۃ ایک بہت ہی مفید ذریعہ ہے،زکوٰۃ رضاکارانہ عطیہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک لازمی ادائیگی ہے جو اللہ کی طرف سے غریبوں،مسکینوں اور خاص طبقے کے لوگوں کے لیے مقرر کی گئی ہے،سماجی تحفظ کا حصول خاص طور پر غریبوں اور ناداروں کی سماجی تحفظ کو یقینی بنانا،زکوٰۃ میں سب سے اہم مسئلہ ہے۔

محترم قارئین! آج لوگوں کے سامنے زکوٰۃ کی فرضیت اس کی اہمیت وافادیت وضرورت کو بیان کرنے کی

ضرورت ہے اور یہ آج کے دور کا ایک اہم موضوع بحث بھی بن گیا ہے، بظاہر لوگوں کو یہ لگتا ہے کہ زکوٰۃ دینے سے مال میں کمی آجاتی ہے جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے جیسے درخت سے خراب ہونے والی شاخوں کو اتارنے میں بظاہر درخت میں کمی نظر آرہی ہوتی ہے لیکن یہ اتارنا اس کی نشوونما کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ (بقرہ:۲۷٦) کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گناہ گار سے محبت نہیں کرتا۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِيْ أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْ عِنْدَ اللهِ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (روم:۳۹) کہ تم جو سود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو کچھ صدقہ زکوٰۃ تم اللہ تعالیٰ کا منہ دیکھنے (اور خوشنودی کے لئے) دو تو ایسے لوگ ہی ہیں جو اپنا دوچند کرنے والے ہیں۔اور مسلم شریف کی حدیث جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے: عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلاَّ عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلاَّ رَفَعَهُ اللهُ۔ (مسلم:۲۵۸۸) کہ صدقے نے مال میں کبھی کوئی کمی نہیں کی اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کو عزت ہی میں بڑھاتا ہے اور کوئی شخص صرف اور صرف اللہ کی خاطر تواضع وانکساری اختیار نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ اس کا مقام بلند کردیتا ہے۔اور پھر زکوٰۃ تو مال کو پاک کرتی ہے یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی سے صاحب مال کی برائی ختم ہوجاتی ہے اور وہ پاک ہوجاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (التوبہ:۱۰۳) کہ آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجیے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں۔

اس کا ذکر حدیث شریف میں کچھ اس طرح ملتا ہے: عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِذَا أَدَّى رَجُلٌ زَكَاةَ مَالِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ مَنْ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شَرُّهُ۔ (أخرجه ابن خزيمة (۲۲۵۸)، والحاكم (۱٤۳۹) باختلاف يسير، والطبراني في ((المعجم الأوسط)) (۱۵۷۹) جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ دینے والوں کے سلسلے میں پوچھا تو آپ نے کہا: جو اپنے مال کا زکوٰۃ دیتا ہے اس سے شر کو دور کردیا جاتا ہے۔

اسی طرح زکوٰۃ تکمیل ایمان کا ذریعہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (سورة الأنفال:۳-٤) کہ جو لوگ

نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہی سچے ایمان والے لوگ ہیں، ان کے بڑے درجے ہیں، ان کے رب کے پاس مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

زکوٰۃ رحمت الٰہی کی برسات کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ (الأعراف:١٥٦) اور میری رحمت تمام اشیا پر محیط ہے تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

زکوٰۃ ادا کرنا یہ متقیوں کی علامت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ومما رزقنهم ينفقون (البقرة:٣) اور ہم نے جو مال عطا کیا ہے وہ ان میں سے خرچ کرتے ہیں۔

زکوٰۃ کامیابی کا راستہ ہے: قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ (المؤمنون:١-٤) یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں، جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔

قارئین کرام! واضح رہے زکوٰۃ کا منکر کافر ہو جاتا ہے اور ان سے قتال کا حکم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوْا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ إِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ (التوبه:١١) اب بھی اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں، ہم تو جاننے والوں کے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں۔ اور حدیث میں ہے: عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ، وَيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوْا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذَلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلاَّ بِحَقِّ الإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ (البخاري-٢٥) ابن عمر سے روایت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دیں، جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کرلیں گے، سوائے اسلام کے حق کے، (رہا ان کے دل کا حال تو) ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زکوٰۃ کی اہمیت وضرورت کو سمجھنے کی توفیق کے ساتھ ساتھ اسے ادا کرنے کی بھی توفیق دے! (آمین)

کیا اونٹ کا گوشت کھانا ناقض وضوء ہے؟

شمیم اختر معین الحق
متعلم جامعہ نجران سعودیہ عربیہ

اسلام دین فطرت ہے، اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے مفید اشیاء کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز کی بھی خبر دی ہے جس کا استعمال ایک انسان کے لیے کسی بھی ناحیہ سے مضر ہے۔ اونٹ بلا شبہ حلال جانور ہے، اس کے حلال ہونے پر کتاب وسنت دال ہے، لیکن رسول ﷺ کا اس کے گوشت کھانے کے بعد وضوء کا حکم دینا یہ اشارہ کرتا ہے کہ ضرور اس میں کوئی حکمت پنہا ہے۔ آج کی اس تحریر میں اسی تعلق سے مختصرا کچھ گفتگو کی جائے گی، تو آیئے سب سے پہلے ہم یہ جان لیتے ہیں کہ اسلام میں وضوء کا کیا مقام ومرتبہ ہے؟

قارئین کرام! وضوء نماز کے شروط میں سے ایک اہم شرط ہے، جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، قاعدہ ہے: **لا يتم الواجب إلا به فهو واجب**. اور صحیحین کی روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **لا يقبل الله صلاة أحدكم إذا أحدث حتى يتوضأ (صحيح البخاري: ٦٩٥٤)** اللہ تعالی تم میں سے ہر اس شخص کی نماز اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ حدث اکبر یا اصغر سے فراغت کے بعد وضوء نہ کرلے۔ اس حدیث سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ بغیر وضوء کے نماز کا تصور ہی نہیں الا یہ کہ کوئی مجبوری ہو تو اس پر تیمم واجب ہے۔

قارئین کرام! وضوء کو توڑنے والی اشیاء کو نواقض وضوء کہتے ہیں، یہ کئی سارے ہیں ان میں سے ایک اونٹ کا گوشت بھی ہے، جس کے کھانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم اونٹ کے گوشت کھانے کے بعد وضوء کیا کرتے تھے، اور آپ ﷺ نے اس کا حکم بھی دیا ہے۔ **حضرت جابرِ بنِ سَمُرةَ رَضِيَ اللهُ عنه** بیان کرتے ہیں: **أنَّ رجلًا سأل رسولَ الله صلَّى اللهُ عليه وسلَّم: أأتوضَّأُ مِن لُحومِ الغنَم؟ قال: إنْ شئتَ فتوضَّأ، وإن شئتَ فلا توضَّأ. قال: أتوضَّأُ مِن لُحومِ الإبِلِ؟ قال: نعَم، فتوضَّأ من لحومِ الإبِلِ.---) (رواه مسلم: ٣٦٠)** کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا میں بکری کے گوشت کھانے پر وضوء کروں؟ آپ نے فرمایا: چاہو تو وضوء کرلو اور چاہو تو نہ کرو۔ اس نے کہا: اونٹ کے گوشت سے وضوء کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اونٹ کے گوشت کھانے پر وضوء کرو۔

دوسری روایت **حضرت البَراءِ بنِ عازبٍ رَضِيَ اللهُ عنه** بیان کرتے ہیں: **سُئِلَ رسولُ الله صلَّى اللهُ عليه وسلَّم عن الوضوءِ مِن لُحومِ الإبِلِ، فقال: توضَّؤوا منها۔ (صحيح أبو داود: ١٨٤)** کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کیا اونٹ کا گوشت کھانے سے وضوء ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں

اس کا گوشت کھانے پر وضوء کرلیا کرو۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اونٹ کا گوشت نواقض وضوء میں سے ہے، البتہ اس سلسلے میں علما کے ہاں دو موقف پائے جاتے ہیں۔

پہلا: اونٹ کے گوشت کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا ہے، اس قول کی طرف مذہب جمہور: حنفیہ (المبسوط للسرخسي: 1/76)، وما لکیہ (مواهب الجليل، للحطاب 1/438)، شافعیہ (المجموع، للنووي 57/2)، وبعض حنابلہ (الشرح الكبير، ابن قدامة (1/189)، اور سلف کی ایک جماعت گئی ہے: (قال النوويُّ: وهو محكيٌّ عن أبي بكر الصِّدِّيق، وعمر، وعثمان، وعليٍّ، وابن مسعود، وأُبيِّ بن كعب، وأبي طلحة، وأبي الدرداء، وابن عبَّاس، وعامر بن ربيعة، وأبي أُمامة، رَضِيَ اللهُ عنهم، وبه قال جمهور التَّابعين) (المجموع 2/57)

دوسرا: اونٹ کے گوشت کھانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، اس قول کی طرف مذہب حنابلہ اور سلف کی ایک جماعت جس میں ابن المنذر وابن حزم وامام نووي وابن باز اور ابن عثیمین رحمہم اللہ گئے ہیں۔

ابن المُنذِر کہتے ہیں: الوضوءُ من لحومِ الإبِلِ يجِبُ، یعنی: اونٹ کے گوشت کھانے سے وضوء واجب ہوجاتا ہے۔ (الأوسط 247/1 والمجموع 2/57)

ابن حزم کہتے ہیں: اونٹ کا گوشت کھانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اس حال میں وہ جانتا ہو کہ یہ اونٹ کا ہی گوشت ہے۔ (المحلى 1/225)

امام نووي رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعض کے نزدیک وضوء ٹوٹنے والی بات ضعیف ہے جبکہ درست بات یہی ہے کہ وضوء ٹوٹ جاتا ہے، جس پر قوی دلائل موجود ہیں اور امام بیہقی نے بھی اس کو ترجیح دی ہیں۔ (المجموع: 57/2)

ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح اور ثابت احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اونٹ کا گوشت ناقض وضوء ہے، یعنی اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ (مجموع فتاوى ابن باز: 29/80)

ابنِ عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب کوئی انسان اونٹ کا گوشت کھالیتا ہے تو اس کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے چاہے وہ کچا گوشت ہو یا پکا ہوا۔ (مجموع فتاوى ورسائل العثيمين 11/196)

یہ تو ہوئی بات کہ آیا اونٹ کا گوشت ناقض وضوء ہے یا نہیں، دلائل سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اونٹ کا گوشت ناقض وضوء ہے۔ علما کے یہاں اس بات پر بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا صرف اونٹ کا گوشت ہی ناقض وضوء ہے یا اس کے دوسرے اعضاء بھی جیسے چربی، کلیجہ، تلی وغیرہ، اس سلسلے میں بھی علما کے یہاں دو موقف پائے جاتے ہیں۔

پہلا: اونٹ کے گوشت کے علاوہ دوسرے حصے جیسے چربی، کلیجہ اور تلی کو کھانے سے وضوءنہیں ٹوٹتا ہے، جیسا کہ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ صرف اور صرف اس کی چربی کھانے سے وضوءنہیں ٹوٹتا، اور نہ ہی گوشت کے علاوہ دوسرے حصوں کو کھانے سے، اگر اونٹ کے پیٹ یا سر یا پیر میں واقع ہو تو یہ چیز عرب کے نزدیک گوشت شمار ہوتا ہے اور اس کے کھانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، اس کے علاوہ دوسرے اعضاء کو کھانے سے وضوءنہیں ٹوٹتا۔(المحلی بالآثار 1/225)

ابن باز رحمہ اللہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ: چربی وغیرہ سے وضوءنہیں ٹوٹتا ہے، لیکن اگر احتیاط کے طور پر وضوء کر لے تو یہ اچھا ہے، جہاں تک وضوء کی بات ہے تو وہ گوشت کے ساتھ خاص ہے، جب کوئی بندہ کھائے تو وضوء کر لے۔(فتاوی نور علی الدرب لابن باز بعناية الشويعر 5/231)

دوسرا: اونٹ کے گوشت کے علاوہ دوسرے حصوں کو بھی جیسے چربی وکلیجہ اور تلی کھانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔یہی بات امام احمد سے بھی مروی ہے:(الفروع لابن مفلح 1/234)

اور شیخ صالح ابن عثیمین کا بھی اسی طرح کہنا ہے: الصَّحيح: أنَّه لا فَرق بين الهَبْر وبقيَّةِ الأجزاء، یعنی صحیح بات یہی ہے کہ گوشت اور بقیہ اعضاء میں کوئی فرق نہیں۔(الشرح الممتع:1/299)

قارئین کرام! آیئے اب یہ بھی جان لیتے ہیں کہ اونٹ کے گوشت سے وضوء کیوں ٹوٹتا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ ظاہر ہے جب اللہ کے رسول ﷺ نے اونٹ کے گوشت کو ناقض وضوء بتایا ہے تو اس میں ضرور کوئی حکمت ہوگی، کہتے ہیں کہ اونٹ کے گوشت میں ایسی چیز پائی جاتی ہے جو اعصاب (Nerve) کو متحرک کر دیتی ہے، اور وضوء اعصاب کو پر سکون اور ٹھنڈا کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آدمی کو غصہ کی صورت میں وضوء کرنے کی بات علماء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، اور ابھی کے ڈاکٹروں کا مشورہ بھی یہی ہے کہ اعصابی آدمی (Nervous) کو اونٹ کا گوشت زیادہ کھانے سے پرہیز کرنا چاہیے، اور یہ بھی کہ اونٹوں کی فطرت شیطانی ہے،(تو ممکن ہے اس قوت کو دور کرنے کے لیے وضوء کا حکم دیا گیا ہو) جیسا کہ حدیث میں ہے: عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضي الله عنه قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ، فَقَالَ: لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ، فَإِنَّهَا مِنْ الشَّيَاطِينِ رواه أبو داود، وصححه الألباني في صحيح الجامع (۷۳٥۱)

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں ہر اس چیز سے رکنے کی توفیق بخشے جو ہمارے لیے غیر مفید ہے، اور صحیح حدیث پر عمل کرنے کی توفیق دے! (آمین)

مسجد اقصٰی کی فریاد

اسدا مواوی

میں ہوں اقصٰی مجھ سے الفت اور محبت کیجیے
التجا بس ایک ہے میری حفاظت کیجیے

میرے ہی آنگن میں صف آرا ہوئے تھے انبیا
پھر نبی کو حکم آیا آپ امامت کیجیے

کر رہا ہے منبر اقصٰی مسلماں سے خطاب
بن کے فاتح آیئے اور پھر خطابت کیجیے

کرب میں ہیں ان دنوں یاں کودک و پیر و جواں
خونچکاں ہیں اہل اقصٰی ، کچھ اِعانت کیجیے

ایک ہی صف میں کھڑے ہیں اہل ثروت اور فقیر
آج ہم ہیں اہل کاسہ، کچھ عنایت کیجیے

اے مسلماں میرے حق میں کچھ نہ کر سکتے تو پھر
کم سے کم اپنی ہی مسجد میں عبادت کیجیے